65	(B)	66	(A)	67	(A)	68	(A)	69	(D)	70	(C)	71	(C)	72	(B)
73	(B)	74	(D)	75	(C)	76	(D)	77	(B)	78	(B)	79	(C)	80	(C)
81	(D)	82	(B)	83	(B)	84	(A)	85	(C)	86	(A)	87	(A)	88	(D)
89	(B)	90	(C)	91	(B)	92	(C)	93	(B)	94	(D)	95	(D)	96	(C)
97	(C)	98	(B)	99	(A)	100	(B)	101	(D)	102	(C)	103	(C)	104	(A)
105	(C)	106	(D)	107	(A)	108	(B)	109	(C)	110	(B)	111	(B)	112	(C)
113	(B)	114	(A)	115	(A)	116	(A)	117	(A)	118	(D)	119	(C)	120	(B)
121	(C)	122	(B)	123	(A)	124	(C)	125	(A)	126	(B)	127	(C)	128	(C)
129	(D)	130	(B)	131	(B)	132	(C)	133	(D)	134	(C)	135	(A)	136	(B)
137	(D)	138	(D)	139	(A)	140	(B)	141	(D)	142	(C)	143	(D)	144	(A)
145	(C)	146	(C)	147	(D)	148	(D)	149	(B)	150	(D)	151	(B)	152	(D)
153	(D)	154	(A)	155	(C)	156	(B)	157	(B)	158	(A)	159	(C)	160	(B)
161	(B)	162	(B)	163	(A)	164	(C)	165	(B)	166	(B)	167	(C)	168	(B)
169	(D)	170	(A)	171	(A)	172	(B)	173	(A)	174	(B)	175	(B)	176	(B)
177	(C)	178	(D)	179	(B)	180	(B)	181	(B)	182	(D)	183	(D)	184	(C)
185	(B)	186	(B)	187	(B)	188	(B)	189	(B)	190	(A)	191	(A)	192	(C)
193	(A)	194	(B)	195	(B)	196	(B)	197	(A)	198	(B)	199	(A)	200	(A)
201	(D)	202	(C)	203	(A)	204	(C)	205	(A)	206	(C)	207	(A)	208	(D)
209	(C)	210	(D)	211	(D)	212	(B)	213	(C)	214	(A)	215	(D)	216	(C)
217	(D)	218	(D)	219	(A)	220	(C)	221	(B)	222	(D)	223	(B)	224	(B)
225	(B)	226	(B)	227	(C)	228	(A)	229	(A)	230	(C)	231	(A)	232	(C)
233	(A)	234	(A)	235	(B)	236	(D)	237	(A)	238	(B)	239	(A)	240	(D)
241	(A)	242	(B)	243	(A)	244	(A)	245	(B)	246	(A)	247	(C)	248	(C)
249	(B)	250	(A)	251	(A)	252	(A)	253	(B)	254	(A)	255	(B)	256	(A)
257	(B)	258	(D)	259	(A)	260	(A)	261	(B)	262	(A)	263	(B)	264	(A)
265	(D)	266	(B)	267	(C)	268	(A)	269	(A)	270	(C)	271	(A)	272	(C)
273	(B)	274	(A)	275	(D)	276	(C)	277	(B)	278	(C)	279	(A)	280	(A)
281	(C)	282	(A)	283	(C)	284	(B)	285	(C)	286	(C)	287	(A)	288	(B)
289	(B)	290	(B)	291	(C)	292	(D)	293	(B)	294	(A)	295	(B)	296	(A)
297	(B)	298	(B)	299	(A)	300	(C)								

سوال نمبر 1: مندرجہ ذیل پیراگراف کی سیاق و سباق کے حوالے تشریح کریں ۔

1) اسلام میں دو چیزیں ہیں کتاب اور سنت۔ کتاب سے مراد خدا کے احکام ہیں جو قرآن مجید کے ذریعے سے ہم تک پہنچے ہیں اور سنت جس کے لغوی معنی راستے کے ہیں، وہ راستہ کہ جس پر پیغمبر اسلام ﷺ خدا کے احکام پر عمل کرتے ہوئے گزرے یعنی آپ ﷺ کا عملی نمونہ جس کی تصاویر احادیث میں بصورت الفاظ درج ہیں۔ غرض یہ کہ ایک مسلمان کی کامیابی اور تکمیل روحانی کے لیے جو چیز ہے وہ سنت نبوی ﷺ ہے۔ **(زیادہ اہم)**

2) دین اسلام میں حضور ﷺ کی حیات طیبہ تمام اہل ایمان کے لیے بہترین عملی نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ زندگی کے ہر شعبہ عمل سے تعلق رکھنے والوں کے لیے راہنمائی کرتی ہے ۔ آپ ﷺ کی پیروی کی جاسکتی ہے۔ مختلف انسانی جذبات اور احساسات کو اعتدال پر رکھنے کے لیے جس عملی نمونے کی ضرورت پڑتی ہے، وہ آپ ﷺ کی ذات کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ ﷺ کی سنت کے اتباع پر زور دیا ہے۔

3) وہ افعال جن کا تعلق دل و ماغ سے ہے اور جن کی تعبیر ہم اعمال قلب یا جذبات اور احساسات سے کرتے ہیں۔ ہر آن ہم ایک نئے قلبی عمل یا احساس سے متاثر ہوتے ہیں۔ ہم کبھی راضی ہیں' کبھی ناراض کبھی خوش ہیں کبھی غم زدہ' کبھی مصائب سے دوچار ہیں اور کبھی نعمتوں سے مالامال' کبھی ناکام ہوتے ہیں اور کبھی کامیاب' ان سب حالتوں میں ہم مختلف جذبات کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اخلاق فاضلہ کا تمام تر انحصار انہی جذبات اور احساسات کے اعتدال اور باقاعدگی پر ہے' ان سب کے لیے ہم کو ایک عملی سیرت کی حاجت ہے۔

4) عزم و استقلال، شجاعت، صبر، شکر، توکل، رضا، مصیبتوں کی برداشت، قربانی، قناعت، استغنا، ایثا، جود، تواضع، خاکساری، مسکنت، نشیب و فراز، بلند و پست، تمام اخلاقی پہلوؤں کے لیے جو مختلف حالتوں میں یا ہر انسان کو مختلف صورتوں میں پیش آتے ہیں، ہمیں عملی ہدایت اور مثال کی ضرورت جو صرف پیغمبر اسلام ﷺ کی سوانح میں مل سکتی ہیں۔

5) غرض تم جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو تمہاری زندگی کے لیے نمونہ 'تمہاری سیرت کی درستی و اصلاح کے لیے سامان' تمہارے ظلمت خانہ کے لیے ہدایت کا چراغ اور راہنمائی کا نور محمد ﷺ کی جامعیت کبری کے خزانے میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے۔ اس لیے طبقہ انسانی کے ہر طالب علم اور نور ایمانی کے ہر متلاشی کے لیے صرف رسول ﷺ کی سیرت 'ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے۔

6) محمد رسول ﷺ کا وجود مبارک ایک آفتاب عالم تاب تھا جس سے اونچے پہاڑ، بنجر میدان، بہتی نہریں، سرسبز کھیت، اپنی اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق تابش اور نور حاصل کرتے تھے یا ابر باراں تھا، جو پہاڑ اور جنگل، میدان اور کھیت، ریگستان اور باغ ہر جگہ برستا تھا اور ہر ٹکڑا اپنی اپنی استعداد کے مطابق سیراب ہو رہا تھا، قسم قسم کے درخت اور رنگا رنگ پھول اور پتے اُگ رہے تھے۔

7) بادشاہ ہو یا گدا، امیر ہو یا غریب، حاکم ہو یا محکوم، قاضی ہو یا گواہ، افسر ہو یا سپاہی، استاد ہو یا شاگرد۔ عابد و زاہد ہو یا کاروباری، غازی ہو یا شہید، توحید کا نور، اخلاص کی رو، قربانی کا ولولہ، خلق کی ہدایت اور راہنمائی کا جذبہ اور بالا آخر ہر کام میں خدا کی رضا طلبی کا جوش ہر ایک کے اندر کام کر رہا تھا۔ وہ کچھ بھی ہو، جہاں بھی ہو، یہ فیضان حق سب میں یکساں اور برابر تھا۔ راستوں، رنگوں اور مذاقوں کا اختلاف تھا مگر خدا ایک تھا، قرآن ایک تھا، رسول ﷺ ایک تھا اور قبلہ ایک تھا۔ ہر رنگ، ہر راستہ اور ہر کام سے مقصود دنیا کی درستی، خلق کی ہمدردی، خدا کے نام کی اونچائی اور حق کی ترقی تھی اور ان کے سوا کوئی چیز ان کے پیش نظر نہ تھی۔

8) تمام تجربوں سے ثابت ہوا ہے کہ کسی ملک کی خوبی و عمدگی اور قدر و منزلت بہ نسبت وہاں کی گورنمنٹ کے عمدہ ہونے کے زیادہ تر اس ملک کی رعایا کے چال چلن 'اخلاق و عادت 'تہذیب و شائستگی پر منحصر ہے 'کیونکہ قوم حالتوں کا مجوعہ ہے اور ایک قوم کی تہذیب درحقیقت ان مرد و عورت و بچوں کی شخصی ترقی ہے 'جن سے وہ قوم بنی ہے۔

9) وہ قومیں جو اس طرح دل میں غلام ہیں اور بیرونی زوروں سے، یعنی عمدہ گورنمنٹ یا عمدہ گورنمنٹ یا عمدہ قومی انتظام سے آزاد نہیں ہو سکتیں۔ جب تک غلامی کی یہ دلی حالت دور نہ ہو۔ اصل یہ ہے کہ جب تک انسانوں میں یہ خیال ہے کہ ہماری اصلاح و ترقی گورنمنٹ پر یا قوم کے عمدہ انتظام پر منحصر ہے، اس وقت تک کوئی مستقیل اور برتاؤ میں آنے کے قابل نتیجہ اصلاح و ترقی کا قوم میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ گو کیسی ہی عمدہ تبدیلیاں گورنمنٹ یا انتظام میں کی جاویں، وہ تبدیلیاں فانوس خیال سے کچھ زیادہ رتبہ نہیں رکھتیں۔

10) انسان کی ترقی کی نسبت ہم لوگوں کے یہ خیال ہیں کہ کوئی خضر ملے، گورنمنٹ فیاض ہو اور ہمارے سب کام کر دے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہر چیز ہمارے لیے کی جاوے اور ہم خود نہ کریں۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اگر اس کو ہادی اور رہنما بنایا جاوے تو تمام قوم کی دلی آزادی کو برباد کر دے اور آدمیوں کو انسان پرست بنا دے۔ حقیقت میں ایسا ہونا قوت کی پرستش ہے اور اس کے نتائج انسان کو ایسا ہی حقیر بنا دیتے ہیں جیسے کہ صرف دولت کی پرستش سے انسان حقیر و ذلیل ہو جاتا ہے۔ **(زیادہ اہم)**

11) یہ ایک نیچر کا قائدہ ہے کہ مجموعہ قوم کی چال چلن کا ہوتا ہے یقینی اسی کے موافق اس قانون اور اسی کے مناسب حال میں گورنمنٹ ہوتی ہے۔ جس طرح کہ پانی خود اپنی پنسال میں آ جاتا ہے، اسی طرح عمدہ رعایا پر عمدہ حکومت ہوتی ہے اور جاہل و خراب و ناتربیت یافتہ رعایا پر ویسی ہی حکومت کرتی پڑتی ہے۔

12) ایک نہایت عاجز و مسکین غریب آدمی جو اپنے ساتھیوں کو محنت اور پرہیزگاری اور بے لگاؤ ایمانداری کی نظیر دکھاتا ہے 'اس شخص کا اس کے زمانے اور آئندہ زمانے میں اس کے ملک 'اس کی قوم کی بھلائی پر بہت بڑا اثر پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس کی زندگی کا طریقہ اور چال چلن گو معلوم نہیں ہوتا مگر اس اور شخصوں کی زندگی میں خفیہ خفیہ پھیل جاتا ہے اور آئندہ کی نسل کے لیے ایک عمدہ نظیر یہ بن جاتا ہے۔ **(زیادہ اہم)**

13) ان [illegible] سے جو تہذیب و شائستگی کی عمارت کے معمار ہیں، لگاتار ایک دوسرے کے بعد ہونے سے محنت اور علم اور ہنر میں جو ایک بے ترتیبی کی حالت میں تھی ایک ترتیب پیدا ہوئی ہے۔ رفتہ رفتہ نتیجہ کار گردش نے موجودہ نسل کو اس زرخیز اور بے بہا جائیداد کا وارث کیا ہے، جو ہمارے پرکھوں کی ہوشیاری اور محنت سے مہیا ہوئی تھی اور وہ جائیداد ہم کو اس لئے نہیں دی گئی کہ ہم صرف مثل مار گنج اس کی حفاظت ہی کیا کریں۔

14) جبکہ ہر شخص اور کل قوم خود اپنی اندرونی حالتوں سے آپ اپنی اصلاح کر سکتی ہے تو اس بات کی امید پر بیٹھے رہنا کہ بیرونی زور سے ان کی قوم کی اصلاح و ترقی کرے کس قدر افسوس بلکہ نادانی کی بات ہے۔ وہ شخص دوحقیقیت غلام نہیں ہے جس کو ایک خدا ترس نے جو اس کا ظالم آقا کہلایا جاتا ہے خرید لیا ہے یا ایک ظالم اور خود مختار بادشاہ یا گورنمنٹ کی رعیت ہے بلکہ درحقیقت اصلی غلام ہے، جو بد اخلاقی، خود غرضی۔ جہالت اور شرارت کا مطیع اور اپنی خود غرضی کی غلامی میں مبتلا اور قومی ہمدردی سے بے پرواہ ہے۔

15) ظرافت اور خوش طبعی ان کی جبلت میں داخل تھی مگر جس طرح ان کی اور باتوں میں بناوٹ نہ تھی اسی طرح ظرافت اور خوش طبعی میں مطلق تصنع نہ تھا۔ تحریر یا تقریر میں یا بات چیت میں جو لطیفہ یا شوخی ان کو سوجھ جاتی تھی اگرچہ کیسی ہی شرم و حجاب کی بات ہو ان سے ضبط نہ ہو سکتی تھی مگر ہر ایک امر کے بیان کرنے کا خدا نے ایسا سلیقہ دیا تھا کہ کوئی بات تہذیب کی حد سے متجاوز نہ ہونے پاتی تھی۔ **(زیادہ اہم)**

16) مطالعہ کی عادت ابتداء سے ان کی رفیق کار رہی۔ سر سید کا مطالعہ نہ صرف دل بہلانے یا عبارت لا لطف اٹھانے کے لئے ہوتا تھا اور نہ کتاب دانی کی غرض سے جیسا کہ مدرس اور طلبہ کتاب کے ایک ایک لفظ اور جملے اور تراکیب پر غائز نظر کرتے ہیں بلکہ ان کا مطلب صرف مصنف کے خیالات سے اطلاع حاڈل کرنا ہوتا تھا۔ جو بات کتاب ان کے کام کی ہوتی تھی اس پر پنسل سے نشان لگا دیتے تھے اور اگر کوئی مضمون کسی اخبار میں کام کا ہوتا تھا تو اس ورق کو الگ کر کے اپنی اخبار کی فائل میں جو ہر وقت سامنے رکھا رہتا تھا چسپاں کر دیتے تھے۔ **(زیادہ اہم)**

www.ilmkidunya.com

17) راست بازی اور وہ تمام اوصاف جو ایک راست باز آدمی میں ہونے ضروری ہیں جیسے صدق مودت، جمیت، دلیری اور آزادی وغیرہ اس شخص کی خصوصیات میں سے تھی۔ اس شخص نے اگر سچ پوچھیے تو اپنی آزادانہ تحریروں سے اردو لٹریچر میں آزادی اور سچائی کی بنیاد ڈال دی۔ اس نے لوگوں کو مجبور کیا کہ سچ بات کہنے میں کسی کی طعن و ملامت سے نہ ڈریں۔ اس کے کہنے میں کبھی اس بات کا خیال نہیں کیا کہ دنیا میں کوئی دوسرا شخص بھی اس بات میں اس کے ساتھ اتفاق کرنے والا ہے یا نہیں۔

18) اس جبلی مہر و محبت کا مقتضا تھا کہ وہ اپنے رفیقوں اور نوکروں اور لائق بندوں کو حتی المقدور عمر بھر اپنے ساتھ نباہنا چاہتے تھے۔ جس شخص کے قدم ان کے ہاں جم گئے پھر نہ وہ اس کو اپنے پاس سے جدا کرنا چاہتے تھے اور نہ وہ ان سے جدا ہونا چاہتا تھا۔ اول تو وہ کسی کی شکایت سنتے نہ تھے اور اگر کسی ملازم کی کوئی شکایت کرتا تھا تو اس کا کچھ اثر نہ لیتے تھے۔ ان کے ایک قدیم ملازم کی لوگوں نے ان سے بارہا شکایت کی مگر وہ کسی طرح ان کے دل سے نہ اترا۔ ہمیشہ ان کا معتمد علیہ اور سفر و حضر میں ان کے ہمراہ رہا اور آخر انھیں کی رفاقت میں مر گیا۔ **(زیادہ اہم)**

19) سیر چشمی اور فراغ حوصلگی سر سید کے خاص اوصاف میں سے تھے۔ انھوں نے اپنی کمائی سے نہ کبھی مال جمع کرنے کا ارادہ کیا اور نہ اولاد کے لیے کوئی جائیداد خریدی بلکہ جو کچھ کمایا اس کو یا اپنی ضروری آسائش اور سچی عزت اور نیک نامی کے ذرائع میں صرف کیا یا کنبے کی خبر گیری، مستحقوں کی امداد، اولاد کی تعلیم، ملک اور قوم کی بھلائی اور مذہب کی حمایت میں اٹھایا۔ **(زیادہ اہم)**

20) ابتدا سے ان کا یہ حال رہا کہ جس کام کی لہر ان کے دل میں اٹھی، اس پر روپیا صرف کرنے میں انھوں نے کبھی پس و پیش نہیں کیا۔ وہ اپنے کھانے، پینے کے اخراجات میں تنگی کر سکتے تھے اور کرتے تھے مگر اپنے شوق کے کاموں میں انھوں نے کبھی مضائقہ نہیں کیا۔ جس کتاب کی ان کو تلاش ہوئی اگر وہ بیس گنی قیمت پر بھی ملی تو اس کو لیے بغیر نہیں چھوڑا۔

21) مخالفوں اور دشمنوں کی برائیوں کا تحمل کرنا اور کبھی ان سے انتقام لینے کا ارادہ نہ کرنا یہ بھی سر سید کے ان اوصاف میں سے تھا جو ان کی ذات کے ساتھ مخصوص تھے۔ اگرچہ سر سید فطرتاً عالی ظرف اور عالی حوصلہ پیدا ہوئے تھے اور عفو و اغماض ان کی سرشت میں داخل تھا مگر ان کی ابتدائی روک ٹوک اور حسن ترتیب سے یہ تمام ملکات ان کی طبیعت میں اور زیادہ راسخ ہو گئے تھے۔ نیک اور عاقل ماں نے بیٹے کے دل میں یہ بات ڈالی تھی کہ سب سے بہتر تو یہ ہے کہ بروں کی برائی سے بالکل در گزر کی جائے اور اگر بدلہ ہی لینے کا خیال ہو تو اس بڑے اور زبر دست انتقام لینے والے کے اوصاف پر چھوڑ دینا چاہیے۔ اسی نے لڑکپن میں یہ سبق پڑھایا تھا کہ برائی کرنے والوں کے ساتھ برائی کرنا خود اپنے آپ کو ویسا بنانا ہے۔ **(زیادہ اہم)**

22) یہ شخص اپنے فرائض کے سوا جن کو وہ اپنے اوپر لازم سمجھتا تھا۔ در حقیقت کسی چیز سے تعلق نہ رکھتا تھا۔ باوجود وہ قطعی مایوسی کے جو اس کو مسلمانوں کی طرف سے تھی اور جس کو وہ اکثر پرائیوٹ صحبتوں میں نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کرتا تھا اس کی کوششیں آخر دم تک برابر جاری رہیں۔ یہ اسی کی ہمت اور اسی کا حوصلہ تھا جو اس کی ذات پر ختم ہو گیا۔ **(زیادہ اہم)**

23) سر سید کو ہمیشہ اپنے کنبے کے ساتھ حد سے زیادہ لگاؤ رہا ہے۔ بھائی کی موت کا صدمہ ان کو بیس برس نہیں بھولا۔ سنا ہے کہ ان کے عزیز ان کے سامنے ان کے بھائی کا ذکر اس لئے نہیں کرتے تھے کہ ان کا داغ تازہ ہو جائے گا۔ بہت مدت کے بعد ان کی بھتیجی کے منہ سے باپ کا ذکر نکل گیا تھا۔ سر سید کی ایسی حالت متغیر ہو گئی کہ گویا آج ہی ان کے بھائی کا انتقال ہوا ہے۔ اپنی والدہ کے ساتھ جیسی ان کی وابستگی تھی ایسی بہت ہی کم سنی گئی ہے۔

24) موجودہ زمانے میں علم علاج کے جو دو طریقے یعنی علاج بالدوا (میڈیسن) اور علاج بالجراحت (سرجری) ہسپتال میں مروجہ ہیں' ان کے متعلق یہ خیال عام ہے کہ اگرچہ مغربی طب' یعنی ایلو پیتھی دیسی طب ہی کا چربہ ہے' اگر جراحت' یعنی سرجری خاص مغربی ڈاکٹروں کی چیز ہے جس میں کوئی ان کا ہم سر نہیں ہے۔ لیکن اس خیال کے پھیلنے کی وجہ محض یہ ہے کہ ہمارے عوام اسلامی دور کے عظیم سرجن ابو القاسم زہراوی کے نام اور اس کے کارناموں سے واقف نہیں' ورنہ یہ حقیقت ہے کہ زہراوی ہی وہ عظیم شخصیت ہے جس نے اہل یورپ کو سرجری کے فن سے روشناس کرایا۔

25) زہراوی کی اس کتاب کا نام تصریف ہے۔ یہ پوری کتاب یوں تو علم علاج کی دونوں شاخوں طب یعنی میڈیسن اور جراحت یعنی سرجری پر مشتمل ہے، لیکن اس کا سب سے اہم حصہ سرجری کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے طب یعنی میڈیسن تو عربی میں بہت سی کتابیں لکھی جا چکی تھیں لیکن جراحت یعنی سرجری پر اعلی معیار کی پہلی مفصل کتاب تصریف کا ذکر آتا ہے تو اس سے تصریف یعنی سرجری کی کتاب ہی مراد لی جاتی ہے۔

26) یورپ میں ازمنہ وسطی سے لے کر اٹھارویں صدی تک تمام مغربی مصنف جنھوں نے سرجری پر کتابیں لکھیں ہیں، ابو القاسم زہراوی کی قابلیت کے معترف ہیں اور جا بجا اس کتاب سے حوالے دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض نے تو صاف طور پر امر کا اظہار کر کیا ہے کہ فن جراحت میں زہراوی ایک استاد کامل کی حیثیت رکھتا ہے اور اہل یورپ نے ابتدا سرجری میں جو کچھ حاصل کیا ہے وہ صرف زہراوی کی بدولت ہے۔

27) دوپہر ہی سے انھوں نے تیاریاں شروع کیں۔ حجامت بنائی، صابن سے نہائے۔ سر میں تیل ڈالا، دقت کپڑوں کی تھی۔ مدت گزری، جب انھوں نے ایک اچکن بنوائی تھی۔ اس کی حالت بھی ان کی سی تھی جیسے ذرا سی سردی یا گرمی سے انھیں زکام یا سر درد ہو جاتا تھا اسی طرح وہ اچکن بھی نازک مزاج تھی۔ اسے نکالا اور جھاڑ پونچھ کر رکھا۔

28) یوں گھر سے نکل کر دکان داروں سے آنکھ بچا کر جاتے تھے مگر آج وہ گردن اٹھائے ان کے سامنے جا رہے تھے۔ آگ وہ ان تقاضوں کا دندان شکن جواب دینے کو تیار تھے مگر شام کا وقت تھا ہر ایک دکان پر خریداروں کا ہجوم تھا۔ کوئی ان کی طرف نہیں دیکھتا تھا۔ جس رقم کو وہ بہت زیادہ سمجھتے تھے، وہ دکان داروں کی نگاہوں میں معمولی تھی۔ کم از کم ایسی نہ تھی جس کی خاطر وہ کسی کی عزت اتار کر رکھ دیں۔

29) "اب تم کیسے سمجھاؤں۔ ہر شخص کے دل میں اعزاز و احترام کی بھوک ہوتی ہے۔ تم پوچھو گی یہ بھوک کیوں ہوتی ہے؟ اس لیے کہ یہ ہماری روح کے ارتقاء کی ایک منزل ہے۔ ہم اس عظیم الشان طاقت کا لطیف حصہ ہیں جو ساری دنیا میں حاضر و ناظر ہے۔ جزو میں کل کی خوبیاں ہونا لازمی امر ہے۔ اس لیے جاہ و رفعت علم و فضل کی جانب ہمارا فطری میلان ہے۔ میں اس ہوس کی معیوب نہیں سمجھتا۔ ہاں! چونکہ دل میں ضعف ہے۔ اہل کی حرف گیریوں کا خیال قدم قدم پر دامن گیر ہو جاتا ہے۔"

30) شام کے وقت حضرت قمر بڑی پھٹی پرانی اچکن، سڑے ہوئے جوتے اور بے تکی سی ٹوپی پہنے گھر سے نکلے تو گنوار اچکے سے معلوم ہوتے تھے۔ ڈیل ڈول اور چہرے مہرے کے آدمی ہوتے تو اس ٹھاٹھ میں بھی شان ہوتی۔ فربہی بجائے خود باعث رعب ہے۔ اگر ادبی خدمت اور فربہی میں خدا واسطے کا بیر ہے۔ اگر ادیب موٹا تازہ ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس میں سوز نہیں، لوچ نہیں، دل نہی؟س۔ پھر بھی اکڑے جاتے تھے۔ ایک ایک عضو سے غرور ٹپکتا تھا۔ **(زیادہ اہم)**

31) حضرت قمر کی باچھیں کھل گئیں۔ بولے میں بھولا نہیں ہوں حافظ صاحب ان دنوں کام کی اس قدر زیادتی ہے کہ گھر سے نکلنا دشوار تھا۔ روپیا تو ہاتھ نہیں آتا پر آپ کی دعا سے قدر شناسوں کی کمی نہیں۔ دوچار آدمی گھیرے ہی رہتے ہیں۔ زندگی وبال ہے۔ اس وقت بھی راجا صاحب........ اجی وہی نکڑ والے بنگلے میں رہتے ہیں ان کی کار، ہا ہا ہا۔ روز کوئی نہ کوئی ایسا موقع ہی آتا رہتا ہے۔

32) قمر اپنے اوپر جھجلا رہے تھے۔ دعوتی کارڈ پا کر وہ پھولے نہ سمائے تھے لیکن یہاں آ کر ان کی جس قدر تذلیل ہوئی اس کو دیکھ کر اپنا اطمینان کا جھونپڑا جنت سے کم نہ تھا۔ انھوں نے اپنے آپ کو طعن کی۔ "تمھارے جیسے عزت کے ہوس مندوں کی یہی سزا ہے۔ اب تو آنکھیں کھلیں کہ تم کتنی عزت کے مستحق ہو۔ تم خود اس غرض مند دنیا میں کسی کے کام نہیں آسکتے۔ وکیل تمھارا احترام کیوں کریں؟ تم ان کے موکل نہیں ہو"

33) چراغ کا کام جلنا ہے۔ اس کی روشنی پھیلتی ہے یا اس کے سامنے کوئی دیوار ہے، اسے اس سے مطلب نہیں۔ میرا ابھی ایسا کون دوست، شناسا یا رشتہ دار ہے جس کا میں شرمندہ احساں نہیں۔ یہاں تک کہ اب گھر سے نکلنے کی شرم آتی ہے۔ اطمینان صرف اتنا ہی کہ لوگ مجھے بد نیت تصور نہیں کرتے خواہ وہ میری کچھ زیادہ امداد نہ کر سکیں مگر انہوں نے مجھ سے ہمدردی ہے۔ میری خوشی کے لئے اس قدر کافی ہے کہ آج مجھے ایک رئیس نے بلایا ہے۔

34) یہ ہفتے کی شام تھی۔ بھرپور جاڑے کا زمانہ۔ سرد اور تند ہوا کسی تیز دھات کی طرح جسم پر آ آ کے لگتی مگر اس نوجوان پر اس کا کچھ اثر معلوم نہیں ہوتا تھا۔ لوگ خود کو گرم کرنے کے لیے تیز تیز قدم اٹھا رہے تھے مگر اسے اس کی ضرورت نہ تھی جیسے اس کڑکڑاتے جاڑے میں اسے ٹہلنے میں بڑا مزا آ رہا تھا۔

35) مال روڈ پر موٹروں اور بائیسکلوں کا تانتا بندھا ہوا تو تھا ہی پٹڑی پر چلنے والوں کی بھی کثرت تھی۔ علاوہ ازیں سڑک کی دورویہ دکانوں میں خرید و فروخت کا بازار بھی گرم تھا۔ جن کم نصیبوں کو نہ تفریح کی طبع کی استطاعت تھی نہ خرید و فروخت کی وہ دور ہی سے کھڑے کھڑے ان تفریح گاہوں اور دکانوں کی رنگارنگ روشنیوں سے جی بہلا رہے تھے۔

36) نوجوان سیمنٹ کی بینچ پر بیٹھا اپنے سامنے سے گزرتے ہوئے زن و مرد کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظران کے چہروں سے کہیں زیادہ ان کے لباس پر پڑتی تھیں۔ ان میں ہر وضع اور ہر قماش کے لوگ تھے۔ بڑے بڑے تاجر، سرکاری افسر، لیڈر، فن کار، کالجوں کے طلبہ اور طلبات، نرسیں، اخباروں کے نمائندے، دفتروں کے بابو زیادہ تر لوگ اوور کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ ہر قسم کے اوور کوٹ، قراقلی کے بیش قیمت اوور کوٹ سے لے کر خاکی پٹی کے پرانے فوجی اوور کوٹ تک جنھیں نیلام میں خرید ا گیا تھا۔

37) اب وہ ہائی کورٹ کی عمارتوں کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ اتنا کچھ چل لینے کے بعد بھی اس کی طبیعت کی چونچالی میں کچھ فرق نہیں آیا تھا، نہ تکان محسوس ہوئی تھی نہ اکتاہٹ۔ یہاں پٹڑی پر چلنے والوں کی بھیڑ کچھ چھٹ سی گئی تھی اور ان میں کافی فاصلہ رہنے لگا تھا اس نے اپنی بید کی چھڑی کو ایک انگلی پر گھمانے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی اور چھڑی زمین پر گر پڑی "او سوری" کہ زمین پر جھکا اور چھڑی کو اٹھایا۔

38) بلاشبہ اس وقت تک وہ دم توڑ چکا تھا۔ اس کا جسم سنگ مرمر کی میز پر بے جان پڑا تھا۔ اس کا چہرہ جو پہلے چھت کی سمت تھا کپڑے اتارنے میں دیوار کی طرف مڑ گیا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ جسم اور اس کے ساتھ روح کی برہنگی نے اسے خجل کر دیا اور وہ اپنے ہم جنسوں سے آنکھیں چرا رہا تھا۔

39) وہ مجھ سے کارڈ لے کر یوں چلا جیسے دنیا جہاں کی دولت سمیٹے لے جا رہا ہے۔ میں نے کارڈ پر لکھ دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب! اس کا کام کر دیجئے۔ بے چارہ بڑا ہی غریب آدمی ہے۔ دعائیں دے گا۔ اور مجھے یقین تھا کہ کام ہو جائے گا۔ ڈاکٹر کو صرف اتنا ہی تو دیکھنا تھا کہ آنکھ پوری طرح بجھ گئی ہے یا تھوڑی بہت رمق باقی ہے۔ **(زیادہ اہم)**

40) کپڑے تو میں بدل رکھے تھے البتہ میں اپنے تیور بدلنے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر اچانک خیال آیا کہ کتنا چھوٹا آدمی ہوں دو پیسے یا دو روپے یا چلو دو لاکھ کی بھی بات نہیں۔ دو آنسوؤں کی بات ہے اور جھوٹ بولے جا رہا ہوں۔ مجھے فیکے کے سامنے اعتراف کر لینا چاہیے کہ میں تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکا۔ پھر میں نے وہ فقرے سوچے جو مجھے فیکے کے سامنے اس انداز سے ادا کرنے تھے کہ اسے سچی بات بھی معلوم ہو جائے اور اسے دکھ بھی نہ ہو۔ **(زیادہ اہم)**

41) شام کی بڑھتی ہوئی اداس تاریکی میں سامنے کی ہر چیز آہستہ آہستہ دھندلی پڑتی جا رہی تھی۔ اس نے نظریں پھر اٹھا کر بغیر پلستر کی دیواروں کو دیکھنا شروع کیا جو اندھیرے میں ڈوب کر بھیانک ہوتی چلی جا رہی تھیں جیسے وہ سیاہ رنگ میں نہا گئی ہوں!

42) ہر چیز مہنگائی کی انتہا کو پہنچ چکی تھی لیکن دکان کا پرانا منشی اتنا ہی سستا تھا جتنا بیس سال پہلے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے لڑائی شروع ہونے سے قبل جو چیزیں دو پیسے کو لے کر دکان میں بھری گئی

www.ilmkidunya.com

تھیں۔ وہ لڑائی شروع ہوتے ہی مہنگی ہوے ی چلی گئیں یہاں تک کہ دو پیسے کی چیز نے آٹھ سے دس گنا نفع دیا، گویا چیزیں جیسے جیسے پرانی ہو گئیں ویسے ویسے قیمتیں بھی لیکن اس پرانے منشی کے دس روپے کی قیمت بازار میں بڑھتی ہی چلی گئی۔ دکان میں ہن برس رہا تھا۔ مالک کے نام پر بینک میں سونے چاندی کے پہاڑ کھڑے ہو رہے تھے۔

43) دکان میں ہن برس رہا تھا۔ مالک کے نام پر بینکوں میں سونے چاندی کے پہاڑ کھڑے ہو رہے تھے تو اسے کیا۔ یہ وہی مثل ہے کہ بی بی عید آئی۔ جواب ملا۔ دور موئی تجھے اپنی ٹکیا روٹی سے مطلب۔ اسے تو جیسے اپنے دس روپوں کے سامنے میں بے بنیاد ہو گیا تھا۔ جہاں ضروریات زندگی کی قیمتوں کا دائرہ اکا روز بروز تنگ ہی ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے سنا کہ مل مزدوروں نے مہنگائی بھتہ لینا شروع کر دیا۔ کسان کی بن آئی۔ معمولی دکانوں کے ملازموں کی تنخواہوں میں بھی اضافہ ہو گیا اور یہاں تک بوجھ اٹھانے والوں نے بھی اپنی مزدوری بڑھا دی تو اس کے دل میں امنگ اٹھی کہ مالک سے صاف کہ دے کہ میری تنخواہ بڑھا دے۔ **(زیادہ اہم)**

44) اچھن پیچ و تاب کھاتی اپنی چارپائی پر لڑھک گئی۔ اس کا جی گھبرا رہا تھا اور ہر طرف سے سفید نئے کپڑوں کی کھڑکھڑاہٹ صاف سنائی دے رہی تھی۔ اس کا بھی جی چاہ رہا تھا کہ وہ زور زور سے رو کر اپنے ابا کی قناعت پسندی کا ڈھنڈورا پیٹے .... لیکن اس سے رویا بھی نہ گیا۔ آنسوؤں کا ذخیرہ جیسے حلق میں پھنس کر رہ گیا تھا۔

45) اسے اپنے ابا پر غصہ آ رہا تھا کہ آخر وہ اس برائے نام روشنی پر قناعت کیوں کرتے ہیں؟ مٹی کا تیل اسے روزانہ کیوں نہیں ملتا؟ جب کہ گلی کے نکر والے خوبصورت دو منزلہ گھر میں تمام رات بڑی بڑی لالٹینوں کی روشنی ہوتی رہتی ہے........ لیکن اس کا جھنجھلایا ہوا دماغ یہ سوچ نہ سکا کہ اگر تیل لڑے بھڑے ملنے بھی لگے تو اس مدکے لیے دو پیسے روز کس کے گھر سے آئیں جب کے باپ کو سخت محنت کی قیمت اتنی ہی ملتی ہے کہ وہ جیے تو کیا ہاں جینے کی بھونڈی سی نقل اتارتا ہے۔

46) نہ تم مجرم 'نہ میں گنہ گار۔ تم مجبور 'میں ناچار۔ لو اپ کہانی سنو 'میری سرگزشت میری زبانی سنو۔ نواب مصطفٰی خاں بہ میعاد سات برس کے قید ہو گئے تھے 'سو ان کی تقصیر معاف ہوئی اور ان کو رہائی ملی۔ صرف رہائی کا حکم آیا ہے۔ جہانگیر آباد کی زمینداری اور دلی کی املاک اور پنشن کے باب میں ہنوز کچھ حکم نہیں ہوا۔ ناچار وہ رہا ہو کر میرٹھ ہی میں ایک دوست کے مکان میں ٹھہرتے ہیں۔

47) میرٹھ سے آکر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہے اور یہ حالت ہے گوروں کی پاسبانی قناعت نہیں ہے۔ لاہوری دروازی کا تھانے دار مونڈھا بچھا کر سڑک پر بیٹھتا ہے جو باہر سے گورے کی آنکھ بچا کر آتا ہے، اس کو پکڑ کر حوالات میں بھیج دیتا ہے۔ حاکم کے ہاں سے پانچ پانچ بید لکھتے ہیں یا دو روپے جرمانہ لیا جاتا ہے آٹھ دن قید رہتا ہے، اس سے علاوہ سب تھانوں پر حکم ہے کہ دریافت کرو، کون بے ٹکٹ مقیم ہے اور ٹکٹ رکھتا ہے۔

48) کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ شہر سے باہر مکان دوکان کیوں بناتے ہیں؟ جو مکان بن چکے ہیں انھیں ڈھا دو اور آئندہ کی ممانعت کا حکم سنا دو اور یہ بھی مشہور ہے کہ پانچ ہزار ٹکٹ چھاپے گئے ہیں جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے، مقدرر مقدور نذرانہ نہ دے۔ اس کا اندازہ قرار دینا حاکم کی رائے پر ہے۔ روپیا دے اور ٹکٹ لے۔ گھر برباد ہو جائے، آپ شہر میں آباد ہو جائے۔ آج تک یہ صورت ہے، دیکھیے شہر کے بسنے کی کون مہورت ہے؟ جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کیے جاتے ہیں یا جو باہر پڑے ہوئے ہیں وہ شہر میں آتے ہیں؟

49) جولائی سے مینہ شروع ہوا۔ شہر میں سیکڑوں مکان گرے اور مینہ کی نئی صورت، دن رات میں دو چار بار برسے اور ہر بار اس زور سے کہ ندی نالے بہہ نکلیں۔ بالا خانے کا جو دالان میرے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے، جینے مرنے کا محل ہے، اگرچہ گرا نہیں لیک چھت چھلنی ہو گئی، کہیں چلمچی، کہیں اُگالدان رکھ دیا۔ قلمدان، کتابیں اٹھا کر توشے خانے کی کوٹھڑی میں رکھ دیے۔ مالک مرمت کی طرف متوجہ نہیں۔ کشتی نوح میں تین مہینے رہنے کا اتفاق ہوا۔ اب نجات ہوئی ہے نواب صاحب کی غزلیں اور تمھارے قصائد دیکھے جائیں گئے۔ **(زیادہ اہم)**

50) میر بادشاہ تمہارے پاس آئے تھے۔ تمہاری خیر وعافیت ان سے معلوم ہوئی تھی۔ میر قاسم علی صاحب مجھ سے نہیں ملے۔ پرسوں سے نواب مصطفٰی خاں صاحب یہاں آئے ہیں۔ ایک ملاقات ان سے ہوئی ہے۔ ابھی یہیں رہیں گے۔ بیمار ہیں، حکیم احسن اللہ خاں معالج ہیں، فصد ہو چکی ہے، جو رنگیں لگ چلی ہیں، اب مسہل کی فکر ہے، سوا اس کے سب طرح کی خیر وعافیت ہے۔ میں ناتواں بہت ہو گیا ہوں، گویا صاحب فراش ہوں۔ کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائے تو اٹھ بیٹھتا ہوں، ورنہ پڑا رہتا ہوں۔ لیٹے لیٹے خط لکھتا ہوں لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ہوں۔ اللہ اللہ!

51) تم سچ کہتے ہو کہ بہت مسودے اصلاح کے واسطے فراہم ہوئے ہیں مگر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ہی قصائد پڑے ہیں۔ نواب صاحب کی غزلیں بھی اسی طرح دھری ہوئی ہیں۔ برسات کا حال تمہیں بھی معلوم ہے اور یہ بھی جانتے ہو کہ میرا مکان گھر کا نہیں ہے۔ کرائے کی حویلی میں رہتا ہوں۔ جولائی سے مینہ شروع ہوا۔ شہر میں سیکڑوں مکان گرے اور مینہ کی نئی صورت دن میں دو چار بار برسے اور ہر بار اس زور سے کہ ندی نالے بہہ نکلیں۔ بالا خانے کی جو دالان میرے اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، جینے مرنے کا محل ہے، اگرچہ گرا نہیں لیکن چھت چھلنی ہو گئی ہے۔ مالک مرمت کی طرف متوجہ نہیں۔ کشتی نوح میں تین مہینے رہنے کا اتفاق ہوا

52) میں تو اپنے آپ کو اس درد کی وجہ سے رفتنی سمجھتا تھا مگر محض اس خیال سے تسکین تھی کہ پاؤں کا درد ہے۔ حرکت محال ہے، رفتنی نہیں آمدنی ہوں۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔ ممکن ہو تو لاہور ضرور آیئے اور لوگوں کو اپنا تازہ کلام بھی سنایئے۔

53) میں نو ستمبر کو لاہور واپس آ گیا تھا مگر ترشی کے زیادہ استعمال سے دانت میں سخت درد ہو گیا جس نے کئی روز تک بے قرار رکھا۔ اب خدا کے فضل سے بالکل اچھا ہوں۔ رسالہ ایسٹ اینڈ ویسٹ (انگریزی) کے اگست کے نمبر میں ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب نے ایک ریویو دونوں مثنویوں پر لکھا ہے۔ نہایت قابلیت سے لکھا ہے۔ اگر اس ریویو کی کوئی کاپی مل گئی تو ارسال خدمت کروں گا۔

www.ilmkidunya.com

54) میں نے آپ کی طرف سے ہر چند عذر کیا مگر وہ مُصر ہے۔ آخر میں نے اس سے وعدہ کیا کہ مولانا کی خدمت میں عرض کروں گا۔ ایسی فرمائش کرتے ہوئے حجاب آتا ہے کہ مجھے آپ ضعف و ناتوانی کا حال معلوم ہے / تاہم اگر کسی روز طبیعت شگفتہ ہو اور آلام و افکار کا احساس، شگفتگی طبع سے کم ہو گیا ہو تو دس پندرہ چطور اس کی خاطر لکھ ڈالیے۔ یہ لڑکا آپ کا غائبانہ مرید ہے۔

55) ایک دو غلط فہمیاں البتہ ضرور رفع کرنا چاہتا ہوں۔ لاہور پنجاب میں واقع ہے لیکن اب پنج آب نہیں رہا۔ اس پانچ دریاؤں کی سرزمین میں اب صرف ساڑھے چار دریا بہتے ہیں اور جو نصف دریا ہے وہ تو اب بہنے کے قابل بھی نہیں رہا۔ اس کو اصطلاح میں راوی ضعیف کہتے ہیں۔ ملنے کا پتا یہ ہے کہ شہر کے قریب دو پل بنے ہوئے ہیں۔ ان کے نیچے ریت میں یہ دریا لیٹا رہتا ہے، بہنے کا شغل عرصے سے بند ہے اس لیے یہ بتانا بھی مشکل ہے کہ شہر دریا کے دائیں کنارے پر واقع ہے یا بائیں کنارے پر۔

56) لاہور تک پہنچنے کے کئی راستے ہیں لیکن دو ان میں سے بہت مشہور ہیں، ایک پشاور سے آتا ہے، دوسرا دہلی سے۔ وسط ایشیا کے حملہ آور پشاور کے راستے اور یوپی کے حملہ آور دہلی کے راستے وارد ہوتے ہیں۔ اول الذکر اہل سیف کہلاتے ہیں اور غزنوی یا غوری تخلص کرتے ہیں۔ مؤخر الذکر اہل زبان کہلاتے ہیں۔ یہ بھی تخلص کرتے ہیں اور اس میں یس طولی رکھتے ہیں۔ **(زیادہ اہم)**

57) بہم رسانی آب کے لیے ایک اسکیم عرصے سے کمیٹی کے زیر غور ہے۔ یہ اسکیم نظام سقے کے وقت سے چلی آتی ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ نظام سقے کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے اہم مسودات بعض تو تلف ہو چکے ہیں اور جو باقی ان کے پڑھنے میں بہت دقت پیش آ رہی ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ تحقیق و تدقیق میں ابھی چند سال لگ جائیں عارضی طور پر پانی کا یہ نظام کیا گیا ہے کہ فی الحال بارش کے پانی کو حتی الوس شہر سے باہر نکلنے نہیں دیتے، اس میں کمیٹی کو بیت کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں ہر محلے کا اپنا ایک دریا ہو گا جس میں رفتہ رفتہ مچھلیاں پیدا ہوں گی اور ہر مچھلی کے پیٹ میں کمیٹی کی انگوٹھی ہو گی جو رائے دہندگی کے موقعے پر ہر رائے دہندہ پہن کر آئے گا۔ **(زیادہ اہم)**

58) تیسری قسم خیالی طلبہ کی ہے۔ یہ اکثر روپ۔ اخلاق اور آوارہ گون اور جمہوریت پر باآواز بلند تبادلہ خیالات کرتے پائے جاتے ہیں اور آفرینش اور نفسیات کے متعلق نئے نئے نظریات پیش کرتے رہتے ہیں۔ صحت جسمانی کو ارتقائے انسانی ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لئے علی الصبح پانچ چھے ڈینٹر پیلتے ہیں اور شام کو ہوسٹل کی چھت پر گہرے سانس لیتے ہیں۔ گاتے ضرور ہیں لیکن اکثر بے سر گاتے ہیں کہ نہ تو ان کی آواز اچھی ہوتی ہے اور نہ ہی سر تال۔

59) چوتھی قسم خالی طلبہ کی ہے۔ یہ طلبہ کی خالص ترین قسم ہے اس کا دامن کسی قسم کی آلائش سے تر ہونے نہیں پاتا۔ کتابیں، امتحانات، مطالعہ اوا سی قسم کے خرخشے کبھی ان کی زندگی میں داخل نہیں ہوتے۔ جس سے معصومیت کو لے کر وہ کالج میں پہنچے تھے۔ اسے آخر تک ملوث نہیں ہونے دیتے اور تعلیم اور نصاب اور درس کے ہنگاموں میں اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں جس طرح بتیس زبانوں میں زبان رہتی ہے۔

60) نظام سقے کے مسودات سے اس قدر ضرور ثابت ہوا ہے کہ پانی پہنچانے کے لیے نل ضروری ہیں۔ چنانچہ کمیٹی نے کروڑوں روپے خرچ کر کے جا بجا نل لگوا دیے ہیں۔ فی الحال ان میں ہائیڈروجن اور آکسیجن بھی بھری ہے لیکن ماہرین کی رائے ہے کہ ایک نہ ایک دن یہ گیسیں ضرور مل کر پانی بن جائیں گی۔ چنانچہ بعض نلوں میں اب بھی چند قطرے روزانہ ٹپکتے ہیں۔ اہل شہر کو ہدایت کی گئی ہے کہ اپنے اپنے گھڑے نلوں کے نیچے رکھ چھوڑیں تا کہ عین وقت پر تاخیر کی وجہ سے کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ شہر کے لوگ اس بات پر بہت خوشیاں منا رہے ہیں۔

61) تانگوں میں بناسپتی گھوڑے استعمال کئے جاتے ہیں۔ بناسپتی گھوڑا شکل میں صورت میں دم دار ستارے سے ملتا ہے کیوں کہ اس گھوڑے کی ساخت میں دم زیادہ اور گھوڑا کم پایا جاتا ہے۔ حرکت کے وقت اپنی دم دبا لیتا ہے اور ضبط نفس سے اپنی رفتار میں ایک سنجیدہ اعتدال پیدا کرتا ہے تا کہ سڑک کا ہر تاریخی گڑھا اور تانگے کا ہر ہچکولا اپنا نقش آپ پر ثبت کرتا جائے اور آپ کا ہر ایک مسام لطف اندوز ہو سکے۔ **(زیادہ اہم)**

62) طلبہ کی کئی قسمیں ہوتی ہیں جن میں مشہور چند ایک مشہور ہیں، قسم اول جمالی کہلاتی ہے۔ یہ طلبہ عام طور پر پہلے درزیوں کے ہاں تیار ہوتے ہین بعد ازاں دھوبی اور پھر نائی کے پاس بھیجے جاتے ہیں اور اس عمل کے بعد کسی ریستوران میں ان کی نمائش کی جاتی ہے۔ دوسری قسم جلالی طلبہ کی ہے۔ ان کا شجرہ جلال الدین اکبر سے ملتا ہے، اس لئے ہندوستان کا تخت و تاج ان کی ملکیت سمجھا جاتا ہے۔ شام کے وقت چند مصاحبوں کے ساتھ لیے نکلتے اور دوستوں کے خم لنڈھاتے پھرتے ہیں۔ **(زیادہ اہم)**

63) لاہور کے ہر مربع انچ میں ایک انجمن موجود ہے، پریزیڈنٹ البتہ تھوڑے ہیں۔ اس لئے فی الحال صرف تین اصحاب ہیں جو یہ اہم فرض ادا کر رہے ہیں۔ چوں کہ ان انجمنوں کے اغراض و مقاصد مختلف نہیں اس لیے بساط اوقات ایک ہی صدر صبح کسی مذہبی کانفرنس کا افتتاح کرتا ہے اور شام کو کسی کرکٹ ٹیم کے ڈنر میں شامل ہوتا ہے۔ اس سے ان کا مطمع نظر وسیع رہتا ہے۔ تقریر عام طور پر ایسی ہی ہوتی ہے جو دونوں موقعوں پر کام آ سکتی ہے۔ چنانچہ سامعین کو بہت سہولت رہتی ہے۔

64) شکاری رات بھر بڑے مزے سے سویا اور جب صبح ہوئی تو خوش آنکھیں ملتا ہوا اُٹھا کہ درخت پر چڑھ کر گھونسلے میں سے بچے نکالے اور اپنے گھر کی راہ لے۔ اس نے اُٹھ کر اپنا سامان وغیرہ سمیٹا اور جوں ہی درخت پر چڑھنے کے لیے اس کے پاس گیا، اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ حواس باختہ ہو گیا۔ گھبراہٹ اور خوف میں اسے اپنا ہوش نہ رہا۔

65) ہم اس دھرتی کا گز بنے اور بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑا آئے لیکن ہمیں تو ہر چیز چپٹی ہی نظر آئی۔ دنیا سے زیادہ تو ہم خود گول ہیں کہ پیکنگ سے لڑھکے تو پیرس پہنچ گئے اور کوپن ہیگن سے پھسلے تو کولمبو میں آ کر رُکے بلکہ جا کر تا پہنچ کر دم لیا۔ دنیا کے گول ہونے پر اصرار کرنے والوں کا کہنا ہے کہ یقین نہ ہو تو مشرق کی طرف سے جاؤ، چکر کاٹ کر مغرب کی طرف سے پھر اپنے تھان پر آ کر کھڑے ہو گے۔

www.ilmkidunya.com

66)	ہم سوچتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو مشرق ہاتھ میں رہے، نہ مغرب۔ کیا عجب سند باد کی طرح کسی نادیدہ جزیرے میں جا نکلیں جہاں کسی پیر تسمہ پا سے مڈ بھیڑ کا بھی اتنا خطرہ ہے جتنا شہزادی مہر افروز کے ہم بر جان سے عاشق ہونے کا۔ بلکہ پہلا امکان کچھ زیادہ ہی ہے تاہم اے دوستو! اب کیا ہو سکتا ہے۔
67)	سنا ہے کہ دنیا میں ایسے بھی لوگ ہیں جو کبھی اپنے مقام سے نہیں گزرتے۔ گوجرانوالہ تک گئے بھی تو دوسرے روز گھر لوٹ آئے۔ ہم سے پوچھیے جو مزا تھرمل کا کرتا پہن، قوام والا پان گلے میں دبا، ٹانگ پر ٹانگ دھرے گھر بیٹھے "داستانِ امیر حمزہ" پڑھنے اور لمبی تان کر سونے میں ہے وہ جگہ جگہ مارے مارے پھرنے میں کہاں، قیام کی راحتیں اور برکتیں کہاں تک بیان کی جائیں۔ نہ پاسپورٹ کی فکر نہ ویزا کے لیے بھاگ دوڑ نہ فارن ایکسچینج کا ٹنٹا، نہ ہوائی کمپنیوں کے دفتروں کے پھیرے کہ بھائی ایک سواری ہم بھی ہیں۔ بٹھالو۔ ہمیں کہیں چندے قیام کا تجربہ ہو تو ایسا زبردست قیام نامہ لکھیں کہ لوگ حریفوں کے سفر ناموں کو بھول جائیں
68)	ایک عام خوش فہمی جس میں تعلیم یافتہ اصحاب بالعموم اور اُردو شعرا بالخصوص عرصے مبتلا ہیں، یہ ہے کہ مرغ صرف صبح اذان دیتے ہیں۔ لیکن میں نے اپنی عادات وخصائل کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یا تو میں جان بوجھ کر عین اس وقت سوتا ہوں جو قدرت نے مرغ کے اذان دینے کے لیے مقرر کیا ہے یا یہ اتفاق ہے کہ اس وقت اذان دیتا ہے جب خدا کے گناہگار بندے خواب غفلت میں پڑے ہوں۔
69)	اب یہاں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ آخر مرغ اذان کیوں دیتا ہے؟ ہم پرندوں کی نفسیات کے ماہر نہیں۔ البتہ معتبر بزرگوں سے سنتے چلے آئے ہیں کہ صبح دم چڑیوں چہچہانا اور مرغ کی اذان دراصل عبادت ہے لہذا جب مرزا عبدالودود بیگ نے ہم سے پوچھا کہ مرغ اذان کیوں دیتا ہے؟ تو ہم نے سیدھے سبھاؤ یہی جواب دیا کہ اپنے رب کی حمد و ثنا کرتا ہے۔ کہنے لگے "صاحب اگر یہ جانور واقعی اتنا عبادت گزار ہے تو لوگ اسے اتنے شوق سے کھاتے کیوں ہیں؟"
70)	ایک دن موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ تھکا ماندہ بارش میں شرابور گھر پہنچا تو دیکھا کہ تین مرغے میرے پلینگ کے ہیں۔ سفید چادر پر جا بجا پنجوں کے نشان تھے۔ البتہ میری قبل از وقت واپسی کے سبب جہاں جہاں جگہ خالی رہ گئی وہاں سفید دھبے نہایت معلوم ہو رہے تھے۔ میں نے ذرا درشتی سے سوال کیا آخر یہ گلا پھاڑ پھاڑ کے کیوں چیخ رہے ہیں؟
71)	ایک اور سنگین غلط فہمی جس میں خواص عوام مبتلا ہیں ور جس کا ازالہ میں رفاہ عام کے لئے نہایت ضروری خیال کرتا ہوں، یہ ہے کہ مرغیاں ڈربے اور ٹاپے میں رہتی ہیں۔ میرے ڈیڑھ سال کے مختصر مگر بھرپور تجربے کا نچوڑ یہ ہے کہ مرغیاں ڈربے کے سوا ہر جگہ نظر آتی ہیں اور جہاں نظر آئیں وہاں اپنے ورود نزول کا ناقابل تردید ثبوت چھوڑ جاتی ہیں۔

سوال نمبر 2: درج ذیل نظموں کے خلاصے تیار کریں :

1) تسلیم ورضا	2) خطبات بہ جوانان اسلام **(زیادہ اہم)**
3) میدان کربلا میں صبح کا منظر **(زیادہ اہم)**	4) لوکل بس
5) مستقبل کی جھلک **(زیادہ اہم)**	6) وحدانیت **(زیادہ اہم)**
7) پیغام	

سوال نمبر 3: مندرجہ ذیل نثر کا خلاصہ تحریر کریں۔ (مصنف کا نام بھی تحریر کریں)

1) اپنی مدد آپ **(زیادہ اہم)**	2) اوور کوٹ	3) لاہور کا جغرافیہ
4) سرسید کے اخلاق وخصائل	5) سفارش **(زیادہ اہم)**	6) دوستی کا پھل **(زیادہ اہم)**
7) ادیب کی عزت	8) چراغ کی لو **(زیادہ اہم)**	9) اور گھر آنا مرغیوں کا

سوال نمبر 4: مندرجہ ذیل مکالمے تیار کریں۔

1) دو دوستوں کے درمیان بجلی کے بحران پر مکالمہ	2) دو دوستوں کے درمیان بڑھتی ہوئی مہنگائی کے موضوع پر مکالمہ **(زیادہ اہم)**
3) دو دوستوں کے درمیان ٹیلی ویژن کے فوائد و نقصانات کے موضوع پر مکالمہ	4) کسی معروف شخصیت اور ٹی۔ وی۔ اینکر کے درمیان مہنگائی پر مکالمہ
5) دو دوستوں کے درمیان ٹیوشن پڑھنے اور نہ پڑھنے کے حوالہ سے مکالمہ **(زیادہ اہم)**	6) دو دوستوں کے درمیان انٹرنیٹ کے استعمال کے موضوع پر مکالمہ **(زیادہ اہم)**
7) بے روز گاری کے بارے میں دو دوستوں میں مکالمہ **(زیادہ اہم)**	8) دو دوستوں کے درمیان ہم نصابی سرگرمیاں کے موضوع پر مکالمہ
9) دو دوستوں کے درمیان امتحانی نظام تعلیم کے نقائص پر ہونے والی گفتگو پر مکالمہ	10) دو سہیلیوں کے مابین فیشن کے موضوع پر مکالمہ
11) دو دوستوں میں موبائل فون کے استعمال پر مکالمہ **(زیادہ اہم)**	12) بڑھتی ہوئی رشوت ستانی کے بارے میں دو دوستوں کے درمیان مکالمہ **(زیادہ اہم)**
13) سڑکوں پر ٹریفک کی روانی میں خلل کے بارے میں دو دوستوں کے درمیان مکالمہ	14) اُستاد اور شاگرد کے درمیان مطالعہ کتب کی اہمیت پر مکالمہ

www.ilmkidunya.com

یا مندرجہ ذیل روداد تیار کریں۔

1) تقریب سیرت النبی ﷺ (زیادہ اہم)	2) کالج میں الوداعی تقریب (زیادہ اہم)
3) کالج میں جلسہ تقسیم انعامات (زیادہ اہم)	4) یوتھ فیسٹیول کے تحت تقریری مقابلہ
5) کرکٹ میچ	6) تاریخی مقام کی سیر (زیادہ اہم)
7) عید میلاد النبی ﷺ	8) شادی کی ایک تقریب

سوال نمبر 5: مندرجہ ذیل (نظم) کے اشعار کی تشریح کریں۔

دوسرا کون ہے، جہاں تو ہے
کون جانے تجھے، کہاں تو ہے

لاکھ پردوں میں ہے تو بے پردہ
سو نشانوں پہ، بے نشاں تو ہے

تو ہے خلوت میں تو ہے جلوت میں
کہیں پنہاں، کہیں عیاں تو ہے

نہیں تیرے سوا یہاں کوئی
میزبان تو ہے، مہمان تو ہے

رنگ تیرا، چمن میں بو تیری
خوب دیکھا تو باغبان تو ہے

کردار کا یہ حال، صداقت ہی صداقت
اخلاق کا یہ رنگ کہ قرآن ہی قرآں

کیا نام ہے، شامل ہے جو تکبیر و اذاں میں
اس نام کی عظمت کے ہیں قربان دل و جاں

اشکوں سے تیرے دین کی کھیتی ہوئی سیراب
فاقوں نے تیرے دہر کو بخشا سر و ساماں

انسان کو شائستہ و خود دار بنایا
تہذیب و تمدن ترے شرمندہ احساں

گر یار کی مرضی ہوئی، سر جوڑ کے بیٹھے
گھر بار چھڑایا تو وہیں چھوڑ کے بیٹھے م

وڑا انھیں جیدھر، وہیں منہ موڑ کے بیٹھے
گدڑی جو سلائی تو وہی اوڑھ کے بیٹھے

اور شال اڑھائی تو اسی شال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

جینے کا نہ اندوہ، نہ مرنے کا ذرا غم
یکساں ہے اُنہیں زندگی اور موت کا عالم

واقف نہ برس سے، نہ مہینے سے وہ اک دم
نہ شب کی مصیبت، نہ کسی روز کا ماتم

دن رات، گھڑی پہر، مہ و سال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

ٹھنڈی ہوا میں 'سبزہ صحرا کی وہ لہک
شرمائے جس اطلس زنگاری فلک

وہ جھومنا درختوں کا' پھولوں کی وہ مہک
ہر برگ گل پہ قطرہ شبنم کی وہ جھلک

ہیرے خجل تھے' گوہر یکتا نثار تھے
پتے بھی ہر شجر کے' جواہر نگار تھے

[illegible] تھا وہ نسیم کے جھونکے وہ سبزہ زار
پھولوں پہ جابجا وہ گہرہائے آب دار

اٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا بار بار
بالائے نخل ایک جو بلبل تو گل ہزار

خواہاں تھے زیب گلشن زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

بجلیاں غیرت کی تڑپیں گی فضائے قدس میں
حق عیاں ہو جائے گا، باطل نہاں ہو جائے گا

ان کو اکب کے عوض، ہوں گے نئے انجم طلوع
ان دنوں [illegible] خندہ [illegible] یہ آسماں [illegible]

نغمہ آزادی کا گونجے گا حرم اور دیر میں
وہ جو دار الحرب ہے، دار الاماں ہو جائے گا

ہم کو سودا ہے غلامی کا، کہ آزادی کی دھن
چند ہی دن میں، ہمارا امتحاں ہو جائے گا

یہ پرچم ہے نشاں، عالم میں فتح و کامرانی کا
زمین پر ابر رحمت ہے، نوید آسمانی کا

یہ پرچم ہے روایات عظیم الشان کا پرچم
یہی پرچم ہے استقلال پاکستان کا پرچم

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا، تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

تجھے اُس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سر دارا

www.ilmkidunya.com

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے ۔۔۔ کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں ۔۔۔ مگر تیرے تخیل سے فزوں تر ہے وہ نظارا

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی ۔۔۔ کہ تو گفتار، وہ کردار، تو ثابت وہ سیارا

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی ۔۔۔ ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا

آہ! کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے ۔۔۔ راہ تو، رہرو بھی تو، رہبر بھی تو، منزل بھی تو

کانپتا ہے دل ترا، اندیشہ طوفاں سے کیا ۔۔۔ ناخدا تو، بحر تو، کشتی بھی تو، ساحل بھی تو

وائے نادانی! کہ تو محتاج ساقی ہو گیا ۔۔۔ مے بھی تو، مینا بھی تو، ساقی بھی تو، محفل بھی تو

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاک غیر اللہ کو ۔۔۔ خوف باطل کیا کہ ہے غارت گر باطل بھی تو

بے خبر! تو جوہر آئینہ ایام ہے ۔۔۔ تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

سوال نمبر6: مندرجہ ذیل (غزل) کے اشعار کی تشریح کریں۔

آفاق کی منزل سے گیا، کون سلامت ۔۔۔ اسباب لٹا راہ میں، یاں ہر سفری کا

ہر زخم جگر دل اور محشر سے ہمارا ۔۔۔ انصاف طلب ہے، تری بیداد گری کا

لے سانس بھی آہستہ، کہ نازک ہے بہت کام ۔۔۔ آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

جان آخر تو جانے والی تھی ۔۔۔ اس پہ کی ہوتی، میں نثار اے کاش!

اس میں راہ سخن نکلتی تھی ۔۔۔ شعر ہوتا ترا شعار، اے کاش!

شش جہت اب تو تنگ ہے ہم پر ۔۔۔ اس سے ہوتے نہ ہم، دو چار اے کاش!

ہوائے دور مئے خوش گوار، راہ میں ہے ۔۔۔ خزاں چمن سے ہے جاتی، بہار راہ میں ہے

عدم کے کوچ کی لازم ہے فکر، ہستی میں ۔۔۔ نہ کوئی شہر، نہ کوئی دیار، راہ میں ہے

نہ بدرقہ ہے، نہ کوئی رفیق ساتھ اپنے ۔۔۔ فقط عنایت پروردگار، راہ میں ہے

سفر ہے شرط، مسافر نواز بہتیرے ۔۔۔ ہزار ہا شجر سایہ دار، راہ میں ہے

یہ آرزو تھی، تجھے گل کے روبرو کرتے ۔۔۔ ہم اور بلبل بے تاب، گفتگو کرتے

پیام بر نہ میسر ہوا تو خوب ہوا ۔۔۔ زبان غیر سے کیا شرح آرزو کرتے

مری طرح سے مہ و مہر بھی ہیں آوارہ ۔۔۔ کسی حبیب کی، یہ بھی ہیں جستجو کرتے

ہمیشہ میں نے گریباں کو چاک چاک کیا ۔۔۔ تمام عمر رفوگر رہے، رفو کرتے

نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی ۔۔۔ بہت دیر کی، مہرباں آتے آتے

سنانے کے قابل جو تھی بات ان کو ۔۔۔ وہی رہ گئی درمیاں آتے آتے

مرے آشیاں کے تو تھے چار تنکے ۔۔۔ چمن اُڑ گیا، آندھیاں آتے آتے

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا ۔۔۔ جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

حال دل یار کو لکھوں کیوں کر ۔۔۔ ہاتھ دل سے جدا نہیں ہوتا

چارہ دل، سوائے صبر نہیں ۔۔۔ سو، تمہارے سوا نہیں ہوتا

ٹھانی تھی دل میں، اب نہ ملیں گے کسی سے ہم ۔۔۔ پر کیا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم

ہنستے جو دیکھتے ہیں، کسی کو کسی سے ہم ۔۔۔ منہ دیکھ دیکھ روتے ہیں، کس بے کسی سے ہم

ہم سے نہ بولو تم، اسے کیا کہتے ہیں بھلا ۔۔۔ انصاف کیجیے پوچھتے ہیں، آپ ہی سے ہم

دل پہ رہا مدتوں، غلبہ یاس و ہراس ۔۔۔ قبضہ حزم و حجاب، دیکھیے کب تک رہے

تا بہ کجا ہوں دراز، سلسلہ ہائے فریب ۔۔۔ ضبط کی لوگوں میں تاب، دیکھیے کب تک رہے

پردہ اصلاح میں، کوشش تخریب کا — خلق خدا پر عذاب، دیکھیے کب تک رہے

مشکل ہیں اگر حالات وہاں، دل بیچ آئیں جاں دے آئیں — دل والو کوچہ جاناں میں کیا ایسے بھی حالات نہیں

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا، وہ شان سلامت رہتی ہے — یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جاں کی تو کوئی بات نہیں

میدان وفا دربار نہیں، یاں نام و نسب کی پوچھ کہاں — عاشق تو کسی کا نام نہیں، کچھ عشق کسی کی ذات نہیں

کچھ غلط بھی تو نہیں تھا، مرا تنہا ہونا — آتش و آب کا ممکن نہیں، یک جا ہونا

ایک نعمت بھی یہی، ایک قیامت بھی یہی — روح کا جاگنا اور آنکھ کا بینا ہونا

جو برائی تھی مرے نام سے منسوب ہوئی — دوستو! کتنا برا تھا مرا اچھا ہونا

اب تو کچھ اور ہی، اعجاز دکھایا جائے — شام کے بعد بھی سورج، نہ بجھایا جائے

نئے انساں سے تعارف جو ہوا، تو بولا — میں ہوں سقراط، مجھے زہر پلایا جائے

موت سے کس کو مفر ہے، مگر انسانوں کو — پہلے جینے کا سلیقہ، تو سکھایا جائے

سوال نمبر 7: مندرجہ ذیل درخواستیں تیار کریں۔

1) پرنسپل کے نام درخواست (فیس معافی اور مالی اعانت کے لیے)

2) ہیلتھ آفیسر کے نام درخواست (ڈسپنسری کے اجراء کے لیے)

3) ڈی سی او کے نام درخواست (برائے حصول ملازمت)

4) چیئرمین میونسپل کمیٹی کے نام درخواست (صفائی کے لیے)

5) چیئرمین تعلیمی بورڈ کے نام درخواست (سند کے اجرا کے لیے)

6) پرنسپل کے نام درخواست (برائے حصول کریکٹر سرٹیفکیٹ)

7) کالج کے پرنسپل کے نام درخواست (برائے تبدیلی مضمون)

8) پرنسپل کے نام درخواست (سکول چھوڑنے کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لیے)

9) چیئرمین تعلیمی بورڈ کے نام درخواست (برائے نام درستی)

10) ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر کے نام درخواست (ناقص امن وامان کے تدارک کے لیے)

11) پوسٹ ماسٹر کے نام درخواست (پارسل گم ہونے کے لیے)

12) پوسٹ ماسٹر کے نام درخواست (ڈاک کی ناقص تقسیم کے بارے میں)

سوال نمبر 8: مندرجہ ذیل عبارت کی تلخیص کیجئے اور مناسب عنوان بھی تحریر کریں۔

1) عام لوگوں کی نظر میں بیشتر حیوانوں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی واسطے مولانا روم ایک جگہ لکھتے ہیں کہ چراغ لے کر تمام شہر میں پھرا کہ کوئی انسان نظر آئے مگر نظر نہ آیا۔ اور موجودہ زمانہ تو روحانیت کے اعتبار سے بالکل تہی دست ہے۔ اسی واسطے اخلاق، محبت، مروت اور یک جہتی کا نام و نشان نہیں رہا۔ آدمی آدمی کا خون پینے والا قوم قوم کی دشمن ہے۔ یہ زمانہ انتہائی تاریکی کا ہے لیکن تاریکی کا انجام سفید ہے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالی جلد اپنا فضل کرے اور بنی نوع انسان کو پھر ایک دفعہ نور محمدی عطا کرے۔

2) نوجوان سمجھتا ہے کہ حقیقی بامسرت زندگی بعد میں آئے گی جوانی کے گزر جانے پر وہ سوچتا ہے کہ یہ تو پہلے حاصل تھی۔ جب آدمی ایک جگہ ہو تو وہ کہتا ہے کہ یہ ہندوستان یا یورپ میں ہو گی۔ وہاں پہنچتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ یہ تو وطن واپس چلی گئی ہے اور وہیں ہماری منتظر ہے۔ بامسرت زندگی کی تلاش کرنے والا اس شخص کی مانند ہے کہ تتلیاں اکٹھی کرتا ہے۔ تتلی کو اڑتے ہوئے دیکھا جائے تو کیسی خوش نما لگتی ہے کیوں کہ جوں ہی اسے پکڑا جائے اس کے پر انگلیوں پر مسلے جاتے ہیں اور رنگ غائب ہو جاتے ہیں۔

3) مشرق نے ازمنہ، قدیم ہی سے سنیاس، مردم بے زاری اور رہبانیت کو حصول منزل کا ایک ذریعہ تصور کیا ہے۔ مگر اقبال نے اصل فقیر اسے کہا ہے جس کا سفینہ ہمیشہ طوفانی ہوا اور جو زندگی کے [illegible] اپنے لیے ایک ایسی راہ تراشے جو بالآخر خودی کی عریانی پر منتج ہو، مگر اس کے سفر کے لیے قوت درکار ہے اور اقبال کے نزدیک عشق ہی وہ فعال اور متحرک قوت ہے جو اسے منزل تک پہنچا سکتی ہے۔

4) وہ جاہل تھے اور جہالت پر فخر کرتے تھے۔ ان کے ماضی کی تاریخ نہ ختم ہونے والی قبائلی جنگوں تک محدود تھی اور ان کے سامنے ان جنگوں کا جاری رکھنے کے سوا کوئی مستقبل نہ تھا۔ جو ظلم کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ ظلم سہنے پر مجبور کر دیے جاتے تھے۔ لیکن جب اسلام آیا تو یہی لوگ ایک نئے دور کے مشعل بردار بن گئے۔ کارساز فطرت نے اپنی رحمت کی گھٹاؤں کے نزول کے لیے ایک بے آب و گیاہ صحرا منتخب کیا۔ عرب کے ظلمت کدے سے نور کا سیلاب نمودار ہوا اور مختلف قبائل و اقوام کو اپنی آغوش میں لیتا ہوا اطراف عالم پر چھا گیا۔ اسلام تپتے ہوئے صحرا میں ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا ایک چشمہ تھا۔ اور خلق خدا اسی کی پیاسی تھی۔ دنیا جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہی تھی اور اسلام ایک نئی صبح کا آفتاب تھا۔

www.ilmkidunya.com